# نوبل انعام کے لیے علامہ اقبال کی نامزدگی ۔۔مفروضے سے حقیقت تک

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی*

**Abstract:**

It has been assumed in the literary critics of Urdu that Alama Dr. M. Iqbal was nominated for noble prize but the biased west did not allow the award to confer upon him the researcher and critics have repeatedly insured the people that because of the political ideas and biased ness of the west was behind the decision of the noble committee that Iqbal should not be avoided this prestigious literary prize. This article refuses this assumption the writer of the article briefly discussed parameter of the nomination check the whole record of personal and is of the view that Iqbal has never been nominated for the award of Noble prize. It was only myth constructed by our sense of pride.

تحقیق عام طور پر مفروضے کی بنیاد پر آگے بڑھتی ہے۔اقبال کی نوبل انعام کے لیے نامزدگی اور اس کے حصول میں ناکامی اگرچہ ایک مفروضہ ہی ہے لیکن اسے چند حقائق سے کچھ ایسی تقویت حاصل ہوئی ہے کہ یہ مفروضہ کی منزل سے کچھ آگے کی چیز بن گیا ہے۔ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ،جنہیں اقبال پیار سے ''ماسٹر'' کہتے تھے اور جو اقبال کے ہاں مدتوں کے آنے جانے والوں میں سے تھے،انھوں نے نوبل انعام نہ دیئے جانے کو''مغرب کی سیاسی مصلحت'' [۱] قرار دیتے ہوئے کہا:''۔۔۔اس سے ہندوستان کے تمام اہلِ علم کو دکھ ہوا''[۲] ۔ محمد اکرام چغتائی نے رام بابو سکسینہ کے حوالے سے اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ ایک زمانے میں اقبال کا نام نوبل انعام کے لیے حق دار امیدواروں میں لیا جانے لگا تھا،اس کے علاوہ فقیر سید وحید الدین کی ''روزگارِ فقیر''،سید قدرت نقوی کی ''غالب آگہی'' میں غلام رسول مہر کا ایک مکتوب،روز نامہ امروز ،لاہور بہ تاریخ ۲۱ اپریل ۱۹۵۰ کے علاوہ کئی ایسے حوالے موجود ہیں کہ جنہیں اکرام چغتائی نے اپنی تصنیف "Iqbal And Tegore" میں درج کیا ہے[۳]۔ ان تمام حوالوں کی روشنی میں اقبال کی نوبل انعام کے لیے نامزدگی اور ان کے احباب کی گرم جوشی محض مفروضہ نہیں رہ جاتی ۔''اسرارِ خودی'' کی اشاعت کے تھوڑے ہی عرصے بعد اس کے انگریزی ترجمے اور تبصروں کی اشاعت اور پھر آگے چل کر'' پیامِ مشرق'' کے تراجم ایسی کاوشیں اس مفروضے کو مزید تقویت دے جاتی ہیں ۔ ہائیڈل برگ

* پوسٹ ڈاکٹورل فیلو،ساؤتھ ایشاء انسٹیٹیوٹ ،ہائیڈل برگ یونیورسٹی ،جرمنی

یونیورسٹی (جرمنی) میں اپنے زمانہ ء قیام کے دوران میں میری یہ آرزو بھی تھی کہ سویڈش اکیڈمی، سٹاک ہوم (سویڈن) میں موجود اس ریکارڈ تک رسائی حاصل کی جائے کہ جسے پچاس سال گزرنے کے بعد وہاں کے اربابِ اختیار منظر عام پر لے آئے ہیں اور جس کے مشاہدے سے کئی غلط فہمیوں کی درستی ہوسکتی ہے اور نئے حقائق بھی سامنے آسکتے ہیں۔ میرا یہ سفر بنیادی طور پر علامہ اقبال کے حوالے سے تھا کیونکہ نوبل انعام کے لیے علامہ اقبال کی نامزدگی اور ردوقبولیت کے باب میں اس ریکارڈ سے بہتر ماخذ ممکن نہیں۔ سویڈش اکیڈمی کے اس ریکارڈ کی مدد سے علامہ اقبال اور نوبل انعام کے حوالے سے افواہوں اور اس سے زیادہ داستانوں کی حقیقت با آسانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ اس ریکارڈ کی مدد سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کیا اقبال اور ٹیگور ایک ہی برس اس انعام کے امیدوار تھے؟ کیا کبھی اقبال کا نام اس انعام کے حصول کی خاطر نامزد بھی ہوا تھا یا نہیں، اگر ان کا نام تجویز کیا گیا تھا تو نامزدگی کس نے اور کس سال میں کی تھی، ان کے مدِ مقابل کتنے امیدوار تھے اور ان کا تخلیقی قد کاٹھ کس ڈھب کا تھا، اگر اقبال کا نام اس انعام کے لیے رد کیا گیا تو اس کی وجوہات کیا تھیں۔ اس نوع کے کئی سوالات کا جواب سویڈش اکیڈمی میں موجود ریکارڈ ہی میں مل سکتا ہے۔ میرا گمان ہے ابھی تک کسی نے سٹاک ہوم میں موجود اس ریکارڈ کا جائزہ اس حوالے سے نہیں لیا، اگر اس ریکارڈ کو کھنگالا گیا ہوتا تو اس باب میں اتنی داستانیں جنم نہ لیتیں۔ معاملہ یہ بھی ہے کہ اقبال کو نوبل انعام ملنے یا نہ ملنے کی یہ داستانیں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہی ہیں۔ حتیٰ کہ اقبال کے احباب نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے کہ جس کی تفصیل اگلے صفحات میں ملاحظہ کی جاسکے گی۔

سویڈش اکیڈمی کی انتظامیہ نے اپنی پالیسی کے مطابق ۱۹۰۱ سے لے کر ۱۹۶۶ تک کے ریکارڈ تک رسائی دی جسے زمانی اعتبار سے مرتب کیا گیا تھا۔ ہر سال کا ریکارڈ جدا جدا ہے لیکن ضخامت کے سبب اسے دو جلدوں کی صورت دے دی گئی تھی۔ پہلی جلد ۱۹۲۰ تک جبکہ دوسری ۱۹۲۱ سے ۱۹۶۶ تک کے زمانے کا احاطہ کرتی ہے۔ ان جلدوں کے آخر میں افراد کا اشاریہ حروفِ تہجی کے تحت دیا گیا ہے جس کی مدد سے مطلوبہ شخصیت سے وابستہ ریکارڈ تک با آسانی پہنچا جا سکتا ہے۔ اس ریکارڈ میں ہر سال کے لیے نامزد کیے جانے والے تخلیقی فن کاروں کے نام، تجویز کنندہ (فرد یا ادارہ) کی تفصیل، کمیٹی کے جلسوں کی روداد، کمیٹی میں شامل اراکین کی آراء اور سفارشات، چیئرمین کی حتمی رپورٹ اور ہر برس کے لیے نوبل انعام دینے کا اعلامیہ وغیرہ شامل ہے۔ اس ریکارڈ کی مدد سے بڑی سہولت کے ساتھ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۶۶ تک ہر سال کُل کتنے ادیب اور شاعر اس انعام کے لیے نامزد کیے گئے تھے۔ مثال کے طور پر ٹیگور کو جس برس نوبل انعام ملا، اس سال ٹیگور سمیت اٹھائیس (۲۸) شخصیات کی نامزدگی کی گئی [۴]۔ ہر ادیب اور

شاعر کے نام کے ساتھ اسے نامزد کرنے والے فرد یا ادارے کا نام بھی دیا گیا ہے۔تاہم، نامزدگی کرنے والے کے حوالے سے کچھ نا قابل فہم معاملات بھی دکھائی پڑتے ہیں۔مثال کے طور پر میکسم گورکی کو ۱۹۲۳ میں نامزد کیا گیا تھا لیکن ریکارڈ میں ان کے نام کے ساتھ تجویز کنندہ کا نام موجود نہیں۔ٹالسٹائی کی اس انعام کے لیے نامزدگی اور رد کیے جانے کا ہمیں علم تھا لیکن گورکی کی نامزدگی اور رد ہونے کا علم ہمیں اس ریکارڈ[۵] کی مدد ہی سے حاصل ہوا جو اپنی جگہ ایک انکشاف سے کم نہ تھا۔گورکی کو ۱۹۲۳ میں نامزد کیا گیا جبکہ انعام مسلسل نامزد ہونے والے ییٹس کو ملا[۶] ۔اس ریکارڈ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ نوبل انعام حاصل کرنے کے لیے ایک ہی ادیب یا شاعر کتنی بار نامزد ہوا تھا۔مثال کے طور پر ٹی۔ایس۔ایلیٹ کا نام مسلسل چار سالوں تک نامزد کیا جاتا رہا تھا۔۱۹۴۵ء میں ایلیٹ کو پہلی بار نامزد کیا گیا لیکن اس سال نوبل انعام Gabriaela Mistral کو ملا، ۱۹۴۶ میں ایک بار پھر انہیں نامزد کیا گیا لیکن انعام جرمنی کے ھرمن ھیسے کو دیا گیا، ۱۹۴۷ میں جب تیسری بار ایلیٹ کا نام تجویز کیا گیا تو اس سال کا انعام Andr'e Gide کو ملا، مسلسل چوتھی مرتبہ نامزدگی کے بعد ۱۹۴۸ء میں ایلیٹ نوبل انعام کے حصول میں کامیاب ہوئے[۷] ۔خیال رہے کہ نوبل انعام کی نامزدگی میں مجوزہ ادیب کی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔

نامزدگیوں اور ناکامیوں سے اس تسلسل سے بڑے ادیبوں اور شاعروں کے جاہ وحشم اور دیناوی منفعت سے بے نیازانہ روش کے مجموعی تاثر کو خاصا ضعف پہنچتا ہے، ٹی۔ایس۔ایلیٹ ہوں کہ ھرمن ھیسے، جارج برنارڈ شا ہوں کہ سارتر یا ییٹس وغیرہ ان سب کے ہاں انعام واکرام سے دور بھاگنے کے معاملات اس ریکارڈ کی روشنی میں محض داستانیں ہی ہیں۔یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ ایلیٹ کو ایک آدھ نہیں بلکہ کئی لوگوں نے بیک وقت اس انعام کے لیے نامزد کیا تھا جن میں پرنسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر ڈانلڈ (Donald A.Staffer) اور کولمبیا یونیورسٹی سے جسٹن او برین (Justin O' Brien) کا نام ۱۹۴۸ء کی نامزدگیوں میں موجود ہے[۸] ۔ایلیٹ کی چار بار نامزدگی ایک طرف، اٹھارہ اٹھارہ بار نامزدگیوں کے بعد نوبل انعام حاصل کرنے کی مثالیں بھی موجود ہیں[۹]۔بہت کم ادیب اور شاعر ایسے ہیں کہ جنھیں پہلی نامزدگی پر نوبل انعام ملا[۱۰] ۔ادب کے میدان میں مسلمانوں کی نامزدگی نہ ہونے کے برابر ہے۔اس حوالے سے ایک آدھ جو نامزدگی ملتی ہے وہ مصر کے ادیبوں کی ہے۔اس ریکارڈ کی رو سے طہٰ حسین کو قاہرہ سے لطف السید نے ۱۹۴۹ میں اس انعام کے لیے نامزد کیا تھا[۱۱]۔ لیکن انھیں انعام نہ مل سکا۔ادب کے میدان میں مسلمان نوبل انعام یافتہ کی صرف ایک مثال نجیب محفوظ کی ہے کہ جس سے سبھی واقف ہیں۔ہم، ان کی دستاویزات اور دیگر ریکارڈ نہ دیکھ سکے کیونکہ انعام ملنے کے پچاس سال بعد ہی ریکارڈ منظرِ عام پر لایا جاتا ہے۔

علامہ اقبال اور ٹیگور کی نوبل انعام کے لیے ایک ہی سال میں نامزدگی کے مفروضے کی حقیقت جاننے کے لیے ضروری تھا کہ جس برس ٹیگور کو نوبل انعام سے نوازا گیا ،اس برس کے ریکارڈ کی جانچ سب سے پہلے کی جائے۔ٹیگور کو ۱۹۱۳ء میں نوبل انعام دیا گیا تھا۔سویڈش اکیڈمی میں اس سال کی دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس برس کے لیے آنے والی نامزدگیوں کی تعداد اٹھائیس ہے کہ جن کا فرداً فرداً جائزہ لینے اور نامزد کرنے والے افراد اور اداروں کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔تاہم ،اس سال کی فہرست میں معروف ناول نگار تھامس ہارڈی اور اناطولی فرانس[۱۲] کے اسماء قابل ذکر ہیں کہ جن پر ٹیگور کو فوقیت دی گئی۔اس سال کی فہرست میں علامہ اقبال کا نام موجود نہیں ہے جس سے اس قیاس کو اب ختم ہو جانا چاہیے کہ اقبال اور ٹیگور ایک ہی سال نوبل انعام کے لیے نامزد کیے گئے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی اس غلط روایت کا خاتمہ بھی ہو جانا چاہیے کہ جس کی رو سے اقبال کے ہاں اسلامی تصوارت کی گہری چھاپ بالخصوص جذبہء جہاد کی پرزور حمایت کرنے والے ایسے عوامل مغربی دنیا کے اس بڑے ادبی انعام کے معیارات پر پورے نہ اترے اور یوں پٹ سن کے ریشوں کے خوش لمس احساس سے وابستہ ٹیگور کو اس انعام سے نوازا گیا۔اس نوع کے مفروضوں ،قیاسات اور داستانوں کی شواہد سے کوئی تصدیق نہیں ہوتی۔

سویڈش اکیڈمی میں موجود اس ریکارڈ کے علاوہ دیگر کئی ایسے شواہد اور حقائق موجود ہیں کہ جن کی رو سے اقبال اور ٹیگور کا ایک ہی برس نوبل انعام کے لئے نامزد ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔۱۹۱۳ء تک اقبال کا کوئی شعری مجموعہ شائع نہیں ہوا تھا۔ان کا اولیں شعری مجموعہ ''اسرارِخودی'' ٹیگور کو انعام ملنے کے دو سال بعد شائع ہوا جبکہ نوبل انعام کی نامزدگی کے لئے کسی نہ کسی تخلیقی کتاب کا بھجوانا ضروری ہوتا ہے۔اس صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ اقبال ۱۹۱۳ء میں اپنے کسی تخلیقی مجموعے کے بغیر نوبل انعام کے لیے نامزد کیے گئے ہوں۔۱۹۱۳ء کا زمانہ ''اسرارِخودی'' کی تخلیق کا زمانہ ہے۔اس عرصے میں اقبال کے روز و شب ریکارڈ پر ہیں۔نہ صرف سویڈش اکیڈمی بلکہ حیاتِ اقبال سے بھی اس امر کی نفی ہوتی ہے کہ اقبال اور ٹیگور ایک ہی سال (۱۹۱۳ء) میں نوبل انعام کے لیے نامزد کیے گئے تھے۔

۱۹۱۳ء کے ریکارڈ کی جانچ کے بعد دوسرا مرحلہ اقبال کے سالِ وفات (۱۹۳۸ء) تک کے ریکارڈ کی چھان پھٹک کا تھا۔اس امر کے لیے نہایت اور سادہ طریقہ یہ تھا کہ ریکارڈ کی دونوں جلدوں کے میں اشخاص کے اشاریے سے اقبال کا نام تلاش کیا جائے۔ہم نے ممکنہ طور پر اقبال کے مکمل نام کو ہر پہلو سے اس اشاریے سے تلاش کیا لیکن ایم ،آئی ،ایس ،اے اور ڈی کے مندرجات میں اقبال کا نام کہیں بھی موجود نہیں تھا۔ہم نے اشاریے کے علاوہ اصل

ریکارڈ کو بھی کھنگال ڈالا کہ اشاریہ بناتے ہوئے غلطی کا احتمال رہ جاتا ہے۔دیگر سالوں کے ریکارڈ کی پڑتال کے بعد بھی ہمیں اقبال کا نام تلاش کرنے میں ناکامی رہی۔اب یہ واضح ہو چلا تھا کہ اقبال کبھی بھی نوبل انعام کے لیے نامزد نہیں ہوئے۔

بزرگ محققین سے سنتے چلے آئے ہیں کہ تحقیق میں شک کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو خواتین میں صفِ اول کی محقق بننے کے اوصاف بدرجہءاتم پائے جاتے ہیں لیکن نہ جانے یہ سرمایہ کن مدوں میں صرف ہوتا ہے۔سویڈش اکیڈمی میں سامنے دھرے ہوئے اس ریکارڈ میں اقبال کا نام نہ پا کر ہمیں ایک شک سا گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو ریکارڈ دکھایا گیا ہے، وہ صرف ان افراد کا ہو کہ جن کی نامزدگی معیارات کے مطابق ہوئی تھی۔ہمیں گمان سا گزرا کہ کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ایسی نامزدگی بھی ہوئی ہوگی کہ جو سویڈش اکیڈمی کے معیارات سے مطابقت نہ رکھتی ہو اور یہاں کے اربابِ اختیار نے اس نامزدگی کو ایک طرف رکھتے ہوئے اس پر غور ہی نہ کیا ہو۔ممکن ہے کہ اقبال کو کسی ایسے فرد یا ادارے نے نامزد کیا ہو کہ جو اس کا مجاز ہی نہ تھا اور اس کے سبب ان کا نام شامل ہی نہ ہو سکا ہو۔یہ حجت پوری کرنے کے لیے ہم نے ایک بار پھر انتظامیہ سے رابطہ کیا اور اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں ان نامزدگیوں کا ریکارڈ بھی درکار ہے کہ جن پر غور ہی نہیں کیا گیا۔انتظامیہ نے اس قسم کے ریکارڈ کی موجودگی سے انکار کیا۔ان کے خیال کے مطابق ہر نوع کی نامزدگی کا ریکارڈ انہی دو جلدوں میں محفوظ ہے جو ہم دیکھ چکے تھے۔جب ہمارا اصرار زیادہ بڑھا تو انتظامیہ نے خالص محققانہ انداز میں سوال کیا کہ سر اقبال کی نامزدگی کے حوالے سے آپ کا ماخذ کیا ہے؟ ادھر کوئی قابلِ ذکر ماخذ نہ تھا، بس چند مفروضے، قیاسات اور داستانیں تھیں۔ان لوگوں نے ہمیں بتلایا کہ ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی محقق کسی نہ کسی ملک سے مفروضے کا نازک دھاگا تھامے یہاں چلا آتا ہے اور حقائق کو دیکھ کر بڑا کبیدہ ہوتا ہے۔ہمارا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔اس کبیدگی کو دیکھتے ہوئے لائبریرین نے کہا کہ آپ کے اطمینان کے لیے ہم لائبریری میں موجود کتب کے اس خاص گوشے کو دیکھ لیتے ہیں کہ جہاں نامزدگی کے ساتھ آنے والی کتاب کا اندراج ہوتا ہے۔اگر وہاں سر اقبال کی کسی کتاب کا اندراج ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ نامزد کیے گئے تھے اور ہمارا ریکارڈ اصلاح طلب ہے۔سویڈش اکیڈمی کی لائبریری میں ہر اس ادیب اور شاعر کی وہ خاص کتاب موجود ہے کہ جس کی بنا پر اس کی نامزدگی کی گئی تھی اور وہ کتاب نامزدگی کے ساتھ ارسال کی گئی تھی۔اس فہرست میں اقبال کی کوئی کتاب درج نہیں تھی البتہ لائبریری کی عمومی فہرست میں ان کی دیگر کتب کا اندارج موجود تھا۔اس عمومی فہرست میں اقبال کی کتاب کا پہلا اندارج ۱۹۳۵ء کا تھا۔اقبال کی

وفات اور ۱۹۳۵ء میں خاصا زمانی فاصلہ ہے۔ان تمام تر حوالوں سے واضح ہو چلا تھا کہ علامہ اقبال کی نوبل انعام کے لئے نامزدگی کسی بھی مرحلے پر نہیں ہوئی تھی۔ سویڈش اکیڈمی صرف مجوزہ ناموں پر غور کرتی ہے، اپنے تئیں کسی کو نامزد کرنا اور انعام دینے کا اختیار کمیٹی کو حاصل نہیں۔ ہمارے یہاں کے علمی و ادبی حلقوں میں اقبال کی نوبل انعام کے لیے نامزدگی اور ردو قبولیت کے باب میں موجود تمام تر روایتیں ایسی ہیں کہ جن کی شواہد سے تصدیق نہیں ہوتی۔

علامہ اقبال کے قریبی احباب ان کے لیے نوبل انعام کی جو خواہش رکھتے تھے، ان کی اس امنگ کے معاشی تناظر کو نظر انداز کرنا آسان نہیں۔ان کے دوستوں کی خواہش تھی کہ اقبال کسی نہ کسی طور مالی مسائل سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنی تمام تر توجہ شعر و ادب اور فلسفہ کی جانب مبذول کریں۔محمد اکرام چغتائی نے غلام رسول مہر کے ایک مکتوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''اسرارِ خودی'' کے انگریزی ترجمے کا مقصد نوبل انعام کا حصول نہ تھا لیکن ان کے زیادہ تر احباب کی خواہش تھی کہ انھیں نوبل انعام مل جائے تا کہ وہ اپنی مالی پریشانیوں سے چھٹکارا پا کر اپنے آپ کو شعر و ادب کے لیے وقف کریں [۱۳]۔خود علامہ اقبال بھی اپنے احباب کی اس امنگ سے واقف تھے اور اپنے بے نیازانہ رویے میں ان کی اس نوع کی کاوشوں کی حمایت بھی کر دیا کرتے تھے۔عبداللہ چغتائی لکھتے ہیں: ''پیام مشرق کی اشاعت کے بعد دوستوں نے علامہ سے اس کتاب کا ایک مصور ایڈیشن شائع کرنے کی درخواست بھی کی تھی کیونکہ ہمیں یقین تھا کہ علامہ کو نوبل پرائز ضرور ملے گا اور اس کے شایانِ شان مصور ایڈیشن نہایت ضروری تھا۔اس سے پہلے ٹیگور کی کتاب ''گیتا نجلی'' کا بھی ایک مصور ایڈیشن شائع ہو چکا تھا جس پر ییٹس نے انگریزی زبان میں مقدمہ لکھا تھا'' [۱۴]۔

حیاتِ اقبال سے آگہی رکھنے والے جانتے ہیں علامہ اقبال نے نہ صرف ٹیکسٹ بک بورڈ کے لیے حکیم احمد شجاع کے ساتھ مل کر چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے اردو کی درسی کتب مرتب کیں بلکہ جامعہ پنجاب کے لیے ممتحن بھی رہے۔درسی کتب کی تدوین سے لے کر امتحانی پرچوں کی جانچ اور یورپ سے واپسی کے بعد بیک وقت گورنمنٹ کالج لاہور اور لاہور کورٹ میں کام کرنا ایسے کئی عوامل موجود ہیں کہ جو اس دانائے راز کی اس تگ و دو کو ظاہر کرتے ہیں جو ان کے بڑے بھائی شیخ عطا کے بقول ان کی ڈگریوں کا نہ جانے کب اجرا ہو گا، سے جڑی ہوئی ہے۔اس نوع کے معاشرتی اور معاشی ڈھب میں ان کے دوستوں کا نوبل انعام کے لیے پر عزم ہونا جاہ و حشم سے زیادہ معاشی تناظر رکھتا ہے۔

نوبل انعام کے حصول کے لیے خود علامہ کی اپنی شخصیت میں بلا کی ایک رکاوٹ تھی جو ان کے غیر معمولی فکری

ارتقاء کا نتیجہ ہے ہفت افلاک کی سیر کی مانند انھوں نے اپنا فکری سفر زقندوں میں طے کیا۔ان کی زندگی میں ان کا فکری ارتقاء نمایاں تر ہے کہ جو غیر معمولی انداز میں ہوا۔ان کی فکر کے دھارے جن مقامات سے پھوٹ رہے تھے وہاں ایسے جاہ وحشم کے معاملات بے معنی ہوکر رہ جاتے ہیں۔ان کے سامنے جب بھی کبھی ٹیگور کے انعام یافتہ ہونے کا اور انھیں محروم رکھے جانے کا ذکر ہوا تو انھوں نے کمال عجز کے ساتھ اس معاملے کو ٹال دیا[۱۵]۔

نوبل انعام کے لیے ٹیگور کی کامیابی اور اقبال کی نارسائی کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ان دونوں شعراء کے مغربی ممدوحین کے مزاج اور اثر ورسوخ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔اقبال مغربی دنیا میں پروفیسر نکلسن جبکہ ٹیگور ییٹس کی وساطت سے متعارف ہوئے۔ییٹس مغرب کے ادبی حلقوں میں نہایت سرگرم اور کچھ حد تک جوڑ توڑ کے آدمی تھے۔مغرب کی ادبی تنظیموں کے لیے عہدہ داران کے چناؤ،تقریبات اور ہر نوع کے گٹھ جوڑ کے باب میں ییٹس خاصے فعال رہا کرتے تھے۔جس کا اندازہ ان کے اس ایک مکتوب سے کیا جاسکتا ہے:

> "We need three people to nominate anybody,at least I think that is our rule.You and I, say,Binyon can put up Shaw.He may not elected but we must risk it.Even more important,for I think it would be easy to get three people for Shaw,is will you jion in nominating Wilfird Blunt? I would ask George Wyndham,a great friend of his,to propose him"[16]

ییٹس کا خط سٹرگے مور(Sturge Moore) کے نام ہے۔مور رائل سوسائٹی آف لٹریچر کے ممبر تھے اور سویڈش اکیڈمی کے ریکارڈ کے مطابق انھوں نے ہی ٹیگور کا نام نوبل انعام کے لیے تجویز کیا تھا۔اس تجویز کے پیچھے محرک قوت کے طور پر ییٹس کا نام ہی سامنے آتا ہے۔انھوں نے ''گیتا نجلی'' پر نہ صرف انگریزی میں بھرپور تعارفی مضمون لکھا بلکہ ٹیگور کو مغربی دنیا سے متعارف کرانے کی بھرپور کوششیں کیں۔اس طور دیکھا جائے تو ییٹس کا حلقہ احباب اور ذاتی اثر ورسوخ اپنے عہد میں فوری مقبولیت اور منفعت کے لیے موزوں تھا جبکہ پروفیسر نکلسن کا دائرہء اثر آنے والے زمانے کے لیے موزوں تھا۔یہی وجہ ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اقبال کی شہرت مغربی دنیا میں ٹیگور کے برعکس روز افزوں ہورہی ہے۔میرا مشاہدہ ہے کہ اقبال اس اعزاز کی بیساکھی کے بغیر ہر تہذیب کی علمی سرزمین پر پورے قد وقامت کے ساتھ تیقن کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں جبکہ اس انعام کے حامل کئی تخلیق کاروں کی بیساکھی کو ایسا گھن لگا کہ ان کا پورے قد سے کھڑے رہنا محال ہوگیا ہے۔اب آخر میں اس ای میل کا تذکرہ کہ

جوسویڈش اکیڈمی سے واپسی پر ہمیں موصول ہوئی۔ یہ ای میل سویڈش اکیڈمی کی نوبل کمیٹی کے اسسٹنٹ سکریڑی Carola Hermelin کی جانب سے ہے کہ جس میں وہ لکھتے ہیں: " There is no nomination of Sir Muhammad Iqbal in the archives of the Swedish Academy"(Dated 23.12.08)

# حواشی وحوالہ جات


۱۔ چغتائی،محمد عبداللہ،ڈاکٹر: ''اقبال کی صحبت میں'' لاہور، مجلس ترقی ءادب، ۱۹۷۷ء ص ۱۴۱۔

۲۔ ------------------ایضاً------------------------

3. Chaghatai, M.Ikaram: Iqbal and Tagore, Lahore, Sang e Meel Publications,2002,P.56.۔
4. UR Svenska Akademines Arkive: Nobelpriset 1, Litteratur, Del 1, 1901-1920, Stockholm, Sweden P.285-286.
5. UR Svenska Akademines Arkive: Nobelpriset 1, Litteratur, Del 2, 1921-1950, Stockholm, Sweden P.36.
6. ..............................................Ibid.......................................
7. Svenska Akademines Arkive: Nobelpriset 1, Litteratur, Del 2, 1921-1950, Stockholm, Sweden P.446,447.
8. ------------------------------------------Ibid-----------------------------------

۹۔ سویڈش اکیڈمی کے ریکارڈ کے مطابق ۱۹۶۶ تک سب سے زیادہ نامزدگی جونس جنسر (Johanns V.Jensera) کی ہوئی ۔انھیں اٹھارویں نامزدگی کے بعد ۱۹۴۴ء میں نوبل انعام ملا تھا۔ان کی پہلی بار نامزدگی ۱۹۲۵ء میں کی گئی تھی۔ (UR Svenska Akademines Arkive: Nobelpriset 1, Litteratur, Del 2, 1921-1950)

۱۰۔ ۱۹۰۱ سے لے کے ۱۹۶۶ تک پہلی ہی بار نامزدگی پر نوبل انعام حاصل کرنے والوں کی تعداد صرف دس ہے۔ٹیگور کو بھی پہلی نامزدگی پر نوبل انعام دیا گیا تھا۔اس وقت کی کمیٹی کے چیئر مین نے ٹیگور کے حوالے سے اس امر پر زور دیا تھا کہ ہمیں اس تخلیق کار کو انعام سے نوازنے کے لیے کچھ سالوں کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

11 U R Svenska Akademines Arkive: Nobelpriset 1, Litteratur, Del 2, 1921-1950, Stockholm, Sweden .
12. UR Svenska Akademines Arkive: Nobelpriset 1, Litteratur, Del 1, 1901-1920, Stockholm, Sweden P.285-286.
13. Chagatai,M.Ikram: "Iqbal and Tagore" P.55,56

۱۴۔ چغتائی،عبداللہ،ڈاکٹر: ''اقبال کی صحبت میں'' ص ۱۴۱۔

۱۵۔ ''اگر مجھے نوبل انعام مل چکا ہوتا،تو پھر مجھ یہ سوال کیا جانا چاہیے تھا کہ میں نے کون سے کارہائے نمایاں انجام

دینے پر اس کا مستحق سمجھا گیا ہوں ۔۔۔لیکن نہ ملنے پر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔‘‘(روز گارِ فقیر از فقیر سید وحیدالدین،کراچی،لائن آرٹ،بار ششم ۱۹۶۶،ص ۱۳۰)

16. Yeats, W.B: "W.B Yeats and T.Sturge Moore, Their Correspondence 1901-1937" ed. by Ursula, Bridge,London, Routledge & Kegan Paul Ltd. 1953,P.19